زندگی کا مفہوم

سائیں سُچا

ارتقاء

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے، تقریباً 6.4 ارب سال پہلے، جب کچھ بنیادی تیزاب ([1]امینو ایسڈ amino acid) آپس میں قریب آئے اور کافی غیر معمولی حالات میں زندگی کی ابتدا ہوئی۔ کیا چیز اُس اتحاد کا سبب بنی—رگڑ، دباؤ، شدید دباؤ یا انتہائی حرارت—یہ کوئی نہیں جانتا، لیکن یہ وہ موقع ہی تھا جس کے نتیجہ میں آج آپ اور میں، جہاں کہیں بھی بیٹھے ہوئے ہیں، موجود ہیں۔

اور جو پہلے سادہ یک خلیہ جاندار وجود میں آئے انھیں تقریباً 4 ارب سال کا عرصہ درکار تھا کہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ پہلے ملاپ اور پھر تقسیم کے ذریعے وہ تعداد میں بڑھ سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی خصوصیات کا اشتراک کر سکتے ہیں۔ یہی وہ آغاز تھا جس سے آج موجود تمام کثیر خلیاتی جاندار اور پودے وجود میں آئے۔

زندگی کی پہلی علامت جو زمین پر ظاہر ہوئی وہ بیکٹیریا اور آرکیا، پروکریوٹس (Prokaryotes) کی صورت میں تھی، جس سے وہ پہلے یک خلوی جاندار وجود میں آئے جن کے خلیے میں پلازما اور نیوکلیس تو تھا، مگر حرکت کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ اسے کیریوٹس (Eukaryotes) یعنی امیبا (amoeba) کا نام اس کی نسلوں—ہم انسانوں—نے کئی ارب سال بعد دیا۔ آہستہ آہستہ، بہت آہستہ آہستہ، ان جانداروں کو احساس ہوا کہ بقا کی کنجی، تعداد میں اضافے کے علاوہ، وہ ہے کہ جہاں غذا ہو وہاں پہنچا جائے اور دیگر ساز گار حالاتِ زندگی حاصل کیے جائیں؛ اور اس طرح نقل مکانی ایک ضروری حالت بن گئی۔ ان ابتدائی جانداروں میں جن کے بارے میں ہمیں علم ہے کہ وہ اپنے خلیوں پر سیلیا (cilia) کی وجہ سے حرکت کر سکتے تھے، ان میں پیرامیسیم (paramecium) اور دیگر کیریوٹس شامل ہیں۔

[1] زمین پر موجود تمام زندگی ایک معیاری سیٹ پر منحصر ہے جس میں 20 مالیکیول شامل ہیں جنھیں امینو ایسڈ کہا جاتا ہے۔ یہ پروٹین کی تعمیر کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو زندگی کے اہم افعال کو انجام دیتے ہیں۔ (nature.com) 18۔ اگست 2011

اب تک، یہ ساری سرگرمیاں سمندر کی گہرائیوں میں ہو رہی تھیں، جہاں سے تقریباً 800 ملین سال پہلے پہلا کثیر خلیاتی جانور، کوم جیلی (Comb Jelly)[2]، یعنی سیٹینوفورس (ctenophores) وجود میں آیا، جو پانی کے اندر اور باہر تمام دیگر زندگی کی اشکال کا مائی باپ (والدین) تھا- جیسے کہ اسپنجز، حشرات، شارک اور انسان۔

اس طرح، 700 ملین سال کے دوران ہم ایک بے ستون اور بے دماغ جیلی سے ترقی کر کے آج کی موجودہ پیچیدہ جانوروں کی اقسام تک پہنچے، اور ان تمام اشکال تک جو اب حقیقی زندگی میں تو موجود نہیں ہیں، لیکن زمین اور برف کی مختلف تہوں میں فوسلز کی شکل میں محفوظ ہیں۔

ماہرِ فوسِلیات (Palaeontologists)، ماہرِ ارضیات (geologists) اور ماہرِ حیاتیات (biologists) نے اپنی بہترین کوششیں کی ہیں کہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ زندگی کیسے ایک یک خلیاتی، بے دماغ جاندار سے ترقی کر کے آج کے پیچیدہ ذہین جانوروں تک پہنچی۔ فوسلز، ہڈیاں، پتھروں اور چٹانوں میں نقش شدہ نشانات کے مجموعوں کے ذریعے وہ ہمیں دکھا سکتے ہیں کہ یہ ارتقاء کیسے ہوا، اور کیسے مختلف جانور وقت کے پیمانے سے آئے اور غائب ہو گئے۔

یہ معتبر ثبوت اور نظریات ہمیں دکھاتے ہیں کہ زندگی کسی پوشیدہ دیوتا کے اچانک احکامات کا نتیجہ نہیں ہے جس نے چند دنوں میں مختلف جانداروں کی اقسام کو اسی شکل میں تخلیق کیا جیسے وہ ہیں یا تھیں؛ بلکہ موجودہ دور کے جانور اور پودے اس ارتقاء کا نتیجہ ہیں جو اربوں سالوں میں ہوا، اور وہ ایک مرحلے سے اگلے مرحلے کی طرف بہت آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے۔

3.4 ارب سالوں کا، ۹ مہینوں میں اندرج

لیکن ہمارے پاس ایک اور ناقابل تردید ثبوت ہے, جسے میں یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں، جو ارتقاء کے ہر اُس مرحلے کو، جو 3.4 ارب سالوں کے دوران ہوا جب اسٹروماٹولائٹس (Stromatolites) نمودار ہوئے، صرف چند مہینوں یا سالوں میں درج کرتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر، یہ پورا عمل ممالیہ جانوروں کی پیدائش کے

[2] - "درختِ حیات" میں سیٹینوفورس (ctenophores) کی پوزیشن کو طویل عرصے سے مالیکیولر فیلوجی نیٹکس کے مطالعوں میں بحث کا موضوع بنایا گیا ہے۔ حیاتیات دانوں نے تجویز کیا کہ سیٹینوفورس دوسری قدیم ترین شاخ والا جانور ہیں، جبکہ اسپنجز (sponges) تمام دیگر کثیر خلوی جانوروں کے بہن گروپ (sister group) کے طور پر ہیں (Porifera Sister Hypothesis) ۔(وکی پیڈیا)

دوران۔ حاملہ ہونے سے لے کر پیدائش تک، ممالیہ کی پیدائش کا عمل اُن تمام مراحل کو دہراتا ہے جو یک خلوی جانداروں سے لے کر اعلیٰ درجے کے جانداروں تک کے ارتقاء میں شامل تھے۔

نطفہ اور بیضہ، دونوں یک خلوی جاندار ہیں، جو مل کر ایک بارور شدہ بیضہ (fertilized egg) بناتے ہیں۔ اس لمحے سے، ماں کے رحم کے سمندر جیسے ماحول میں، بارور شدہ بیضہ ایک ایسے سفر سے گزرتا ہے جو زندگی کے ارتقائی مراحل کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ابتدا میں بلا ڈھانچہ کی حالت میں ہوتا ہے، جو زندگی کے ابتدائی مراحل جیسے کوم جیلی (Comb Jelly) اور اسفنجوں (sponges) کی یاد دلاتا ہے۔ جیسے جیسے جنین (embryo) ترقی کرتا ہے، یہ آہستہ آہستہ ایک ریڑھ کی ہڈی (spine) بناتا ہے، پھر ریڑھ کی ہڈی والے جاندار (chordates)، اور بالآخر پھیپھڑے (lungs) اور اعضاء (limbs) بناتا ہے۔ آخر کار، پیدائش کے وقت، بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ ماں کے رحم کے مائع ماحول کے باہر ہوا میں سانس لے سکے[3]۔

انسانوں میں، یہ پورا ارتقائی عمل، جو اصل میں 3.4 ارب سالوں میں ہوا، صرف نو مہینوں کی محدود مدت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ یہی عمل مختلف دیگر جانوروں پر بھی لاگو ہوتا ہے جو آج پیدا ہوتے ہیں، اور ہر ایک اُن مراحل سے گزرتا ہے جن سے اُن کے آباؤ اجداد گزرے تھے تاکہ آج کی پیدائش تک پہنچ سکیں۔

آج، طبی میدان میں بہت سے شواہد موجود ہیں، جن میں تصاویر، الیکٹرانک نقش اور گراف شامل ہیں، جو میرے اس دعواہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہماری زندگی پیدائش کے عمل میں اپنے ارتقائی درجوں کو دہراتی ہے، لیکن مقابلتاً "بہت مختصر عرصہ میں۔

فطرت کا اپنے آپ کو دہرانا اور اپنی ترقی کو محفوظ رکھنا میرے لیے کوئی نیا مظہر نہیں ہے۔ میں نے اس موضوع پر اپنی کتاب The Roots of Misery میں بحث کی تھی[4]۔ "وہاں، انسٹی ٹیوٹ آف پالینولوجی (Institute of Palynology) میں، مجھے اس کائنات کا اور بھی گہرائی سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا جس میں

---

[3] - انسانی نشوونما کی . یونک مدت کو آٹھ اہم مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے جو کہ اس طرح بیان کیے گئے ہیں: ۱۔ یک خلوی مرحلہ، ۲۔ بلاسٹومیر مرحلہ، ۳۔ بلاسٹوڈرم مرحلہ، ۴۔ بائیلامینار مرحلہ، ۵۔ ٹرائیلامینار مرحلہ، ۶۔ ابتدائی سومائٹ مرحلہ، ۷۔ اعضاء کی نشوونما کا مرحلہ، ۸۔ دیرینہ . یونک مرحلہ (وکی پیڈیا) مزید تفصیلات کے لیے اس مضمون کے آخر میں ڈایاگرام دیکھیں۔

[4] - .The Roots of Misery پیپر بیک ایڈیشن 1985، صفحات 39-40؛ الیکٹرانک ایڈیشن 2021، صفحات: 69-70

ہم رہتے ہیں۔ پولن کے دانوں کی فوٹو پرنٹس، جو 250,000 گنا تک بڑھائی گئیں، کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ، فطری مناظر کی ایک لامتناہی تکرار کو ظاہر کرتی ہیں جن کا میں نے ننگی آنکھ سے، دوربین کے ذریعے یا کم اونچائی پر پرواز کرنے والے جیٹ کی کھڑکی سے مشاہدہ کیا تھا۔ ہر پولن کا دانہ، بالکل بڑے سیاروں کی طرح، اپنی خلیجوں، پہاڑی سلسلوں، نہروں، زخموں اور ہموار میدانوں کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا۔ میں ان میں سے کئی پرنٹس کو چاند پر لی گئی تصاویر کے طور پر نشان زَد کر سکتا تھا، اور اس بات کو رَد کرنے کے لیے ایک ماہر سے زیادہ کی ضرورت ہوتی۔ پھر بھی، ان میں سے ہر ایک پرنٹ جو اندھیرے میں ایک چھوٹے سے کمرے میں لیا گیا اور تیار کیا گیا، ایک چھوٹی گیند سے تعلق رکھتا تھا جو ننگی آنکھ سے تقریباً نظر نہیں آتا۔ یہ وہ قسم کے مشاہدات ہیں جو کسی شخص کی کائنات میں مختلف عناصر کے تناسب کو دوبارہ ترتیب دینے میں مدد دے سکتے ہیں یا اس کے نقطہ نظر کو مکمل طور پر بگاڑ سکتے ہیں۔"

اور اب، میرے سامنے ایک اور حقائق کا مجموعہ ہے جو ہمیں دکھاتا ہے کہ کس طرح فطرت میں ارتقاء ہوا، اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔

تخلیق:

اب تک، میں نے ہماری موجودگی کو قدرتی اسباب اور ارتقاء کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس نظریہ حیات کو ماننے والا میں اکیلا نہیں ہوں؛ تاہم، ہمارے سیارے پر اکثریت ایک اور نقطہ نظر رکھتی ہے—یہ یقین کہ ہم ایک غیر مرئی ہستی کی تخلیق کا نتیجہ ہیں، جو لامتناہی حکمت اور تخلیقی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ سب سے عام عقیدے کے مطابق، جو خاص طور پر ابراہیمی مذاہب میں پایا جاتا ہے[5]، دنیا تقریباً چھ ہزار سال پہلے چھ دنوں کے عرصے میں

---

5. 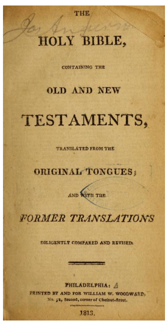
THE
HOLY BIBLE,
CONTAINING THE
OLD AND NEW
TESTAMENTS,
TRANSLATED FROM THE
ORIGINAL TONGUES;
AND WITH THE
FORMER TRANSLATIONS
DILIGENTLY COMPARED AND REVISED.
PHILADELPHIA:
PRINTED BY AND FOR WILLIAM W. WOODWARD,
1812.

خدا (یہوہ، دیوس) کے حکم سے تخلیق ہوئی تھی[6]۔ ہر چیز کو اسی طرح مکمل اور فعال بنایا گیا، اور یہ تاریخ کا حصہ بن گئی۔ اُس وقت سے لے کر اب تک، یعنی سال 2024 تک، 5998 سال گزر چکے ہیں، جس دوران سب کچھ ہوا اور ہوتا جا رہا ہے۔ تخلیق کی دوسری کہانیاں، جیسے آدم سے لے کر آج کے آدم کی اولاد تک، بھی اسی وقت کے قریب آتی ہیں۔

دنیا کے آغاز کی یہ وضاحت شاید ہمارے آباؤ اجداد کے لئے قابل قبول تھی، جن کے پاس موجودہ دور کا علم اور مختلف دعوؤں کی تصدیق یا تردید کے ذرائع نہیں تھے۔ انسانی علم، جو ہم نے سائنس یا سائنسز کے تحت جمع کیا ہے، ہمیں ہماری موجودگی کی ایک مختلف عمر اور تاریخ فراہم کرتا ہے۔ یہ ہمارے آغاز کو تقریباً 6.4 ارب سال پہلے کا بتاتا ہے اور پودوں اور جانوروں میں بتدریج تبدیلی اور ارتقاء کا گراف پیش کرتا ہے، بجائے اس کے کہ ہر چیز کو چھ دنوں میں اسی حالت میں تخلیق کیا گیا ہو۔

لہٰذا، ایک غیر مرئی ہستی کا وہ تصور، جس نے محض حکم سے، صرف چھ ہزار سال پہلے سب کچھ تخلیق کیا، ایک معقول ذہن کے لیے قبول کرنا مشکل ہے، جو اس شواہد تک رسائی رکھتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ کائنات بہت عرصہ پہلے وجود میں آئی تھی۔ مزید برآں، کوئی سائنسی ثبوت اس اچانک تخلیق کے تصور کی حمایت نہیں کرتا جو ابراہیمی مذاہب کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

فرضی تخلیق:

یہاں میں تخلیق کا ایک فرضی پہلو زیر بحث لانا چاہوں گا۔ فرض کریں کہ تخلیق کا تصور درست ہے، لیکن ہمارے آباؤ اجداد نے وقت کا پیمانہ غلط لیا۔ مان لیں کہ خالق نے کائنات کو 6.4 ارب سال پہلے تخلیق کیا، مگر چیزوں کو ویسا نہیں بنایا جیسے وہ ہیں، بلکہ ایک طویل عرصے میں ابتدائی حالت سے ترقی یافتہ اشکال تک تدریجی ترقی کے لئے پروگرام کیا، تقریباً ویسے ہی جیسے فطرت میں ارتقائی عمل ہوتا ہے۔ فرض کریں کہ جیسے مصنوعی ذہانت

[6] - 1813 میں پائی گئی بائبل کا دعویٰ ہے کہ ہماری دنیا 5998 سال پہلے تخلیق ہوئی تھی۔ تخلیق سے مسیح کی پیدائش تک کا وقت 3947 سال ہے۔
(https://www.tiktok.com/@bibleversebrand/video/7149622137756683563)

(Artificial Intelligence - AI) ہے[7]، اسی طرح خالق کو الہامی ذہانت (Divine Intelligence - DI) تک رسائی حاصل تھی۔ مان لیں کہ بگ بینگ (Big Bang) کے وقت، خالق نے تخلیق کو اسی طرح پروگرام کیا جیسے ہم کمپیوٹر میں واقعات اور ان کے نتائج کو پروگرام کر سکتے ہیں۔ ہم یہ بھی تصور کر سکتے ہیں کہ لامتناہی الہامی ذہانت کے ساتھ، خالق تخلیق کے لمحے میں ہی سب کچھ پروگرام کرنے کے قابل تھا—جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے، اور ہو گا۔ اور سب کچھ ایک بڑے دھماکے (big bang) کے ساتھ شروع ہوا۔

اگر ایسا ممکن ہوتا، تو تخلیق کا عمل مکمل ہونے کے بعد خالق کی ضرورت ختم ہو جاتی، کیونکہ خالق نے وہ سب کچھ کر دیا ہوتا جو کرنا تھا۔ اگر سب کچھ پہلے سے منصوبہ بند اور طے شدہ ہوتا، تو نیکی اور بدی، صحیح اور غلط، سزا اور جزا، جنت اور دوزخ، انسانوں اور غیر انسانوں کے بارے میں تمام تصورات بے معنی ہو جاتے۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہوا ہے، تمام پیدائش اور موت اس پروگرام کا نتیجہ ہیں جو 6.4 ارب سال پہلے بنایا گیا تھا۔ تمام انسانی اعمال، منصوبے، عزم اور اپنی مرضی سے کچھ کرنے کی خواہش بے فائدہ ہو جاتی۔

تو پھر ہم اس وضاحت کو کیوں مانے بیٹھے ہیں کہ ایک خدا نے تخلیق کی ہے جو موجود تو ہے، لیکن ہم اسے دیکھ نہیں سکتے یا براہ راست اس سے بات نہیں کر سکتے؟ میرا کہنا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے، جب وہ ناقابل وضاحت مظاہر کا سامنا کرتے تھے، انسانی معاشرت میں نظم وضبط اور ترتیب لانے کی ابتدائی کوشش کے بعد، ان کہانیوں کو تخلیق کیا جن میں ایک غیر مرئی ہستی کے بارے میں بتایا گیا جو سب کچھ تخلیق کرتی ہے اور ہر چیز کو کنٹرول کرتی ہے۔ یہ کہانیاں شاید اس وقت تک کارگر رہیں جب تک کہ کچھ نہایت غیر ایماندار لوگ یہ نہ سمجھ گئے کہ اس تصور شدہ غیر مرئی ہستی کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کر کے وہ دوسرے انسانوں کو کنٹرول اور منظم کر سکتے ہیں، خاص طور پر بڑی تعداد میں جماعتوں کی صورت میں۔ یہ ابتدائی مذاہب کا آغاز تھا اور انسانوں کی کمانڈر اور پیروکاروں میں تقسیم کا۔ چونکہ انسان گروہی جانور ہیں، ان میں پہلے ہی یہ رجحان موجود تھا کہ وہ اپنے گروہ کے مضبوط افراد کی پیروی کریں۔ انسانی حیثیت سے ہم میں دو صفات ہیں جو ہمیں دوسروں سے برتر بناتی ہیں—جسمانی قوت یا ذہنی مضبوطی۔ ہم میں سے جو جسمانی طور پر مضبوط ہوتے ہیں، وہ جنگجو، لڑاکا یا گروہ کے لیڈر بن کر

[7] - AI کے بارے میں، میں مصنوعی ذہانت کے بجائے مجموعی اطلاعات (Accumulated Information) کے تصور کو ترجیح دیتا ہوں، کیونکہ کمپیوٹر خود بخود ذہین نہیں ہوتے بلکہ دیے گئے احکامات کے تحت کام کرتے ہیں، چاہے ان میں بے ترتیب یا تغیراتی نتائج شامل ہوں۔

دوسروں پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جن میں ذہنی برتری ہوتی ہے، وہ مشیر، مفکر، فلسفی اور بعد میں نبی اور روحانی رہنما بننے کا رجحان رکھتے ہیں۔ چند غیر معمولی حالات میں ہاں جب کوئی شخص جسمانی اور ذہنی، دونوں صلاحیتوں میں نمایاں ہوا، وہاں ہمیں تاریخ کے سب سے بڑے آمروں میں شمار کیے جانے والے افراد ملتے ہیں۔

تاریخ کے سب سے بڑے فوجی آمروں نے ایسی وسیع سلطنتیں قائم کیں جہاں جسمانی تشدد کا استعمال کیا گیا؛ جبکہ دوسرے آمروں نے نفسیاتی حربوں کا استعمال کرتے ہوئے بڑے فلسفیانہ نظام قائم کیے، جن سے مذاہب اور عقائد کے نظام تخلیق کیے گئے جو ان کے اقوال پر مبنی تھے۔

آج بھی ہمارے پاس خالق پر یقین رکھنے والے بڑے گروہ موجود ہیں، اور یہ عقیدہ منظم مذہبی نظامات کا نتیجہ ہے جو مختلف مذاہب کے پیشواؤں کے انتقال کے بعد اُن کے پیروکار علماء نے تیار کیے۔ یہ نظامات اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اپنے آپ کو اب تابع کریں تاکہ آپ کو ایک آنے والی زندگی میں انعام دیا جاسکے؛ اور یہ بھی کہ اِس زندگی میں آپ کو جو کچھ اخلاقی طور پر ممنوع ہے، وہ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں جب آپ کا مانا ہوا خدا مخصوص شرائط پوری کرنے پر آپ کو معاف کر دیتا ہو۔ یہ شرائط ہمیشہ مذہبی پیشواؤں نے مقرر کیں، جن کے اپنے ذاتی مفادات ان نظامات کے تحت پوشیدہ تھے۔

کسی بھی صورت میں، ہمارا یہ خیالی خدا یا تو ہمارے وقتوں میں غیر متعلقہ ہستی بن جاتا ہے یا، اس سے بھی بدتر، ایک ایسی شخصیت بن جاتا ہے جسے اس کے ماننے والے اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

کیوں؟

اب تک، میں نے بحث کی ہے کہ ہماری زمین پر زندگی کیسے وجود میں آئی اور ہمارے آباؤاجداد نے ہماری بقا اور ترقی کے لیے کتنی محنت کی۔ اگلا سوال یہ ہے کہ کیوں؟ ہمارے آباؤاجداد نے اربوں سالوں تک اپنی بقا کے لیے دوسرے جانوروں اور اپنی ہی قسم کے ساتھ مقابلہ کیوں کیا، جب کہ ان کے لیے ضروری خوراک یا جگہ محدود تھی؟ ان کا زندہ رہنے، بڑھنے، اور ارتقاء کرنے کا مقصد کیا تھا جس نے ان کی بقا میں اضافہ کیا؟ کیوں کچھ جانور ایک خاص مرحلے سے آگے نہیں بڑھے اور اب بھی اپنی اصلی شکل میں پائے جاتے ہیں – جیسے بیکٹیریا، امیبا، پیرامیسیم، کوم جیلی اور دیگر؟

ایک ممکنہ جواب یہ ہے کہ فطرت تنوع کو پسند کرتی ہے اور مختلف پودے اور جانور اپنی اور دوسری اقسام کی بقا کو یقینی بناتے ہیں۔ لیکن یہ سوال ایک چکر سا بن جاتا ہے جب پوچھا جائے کہ "کس مقصد کے لیے؟" اگر کوئی ایسا خدا نہیں ہے جس سے ہم براہ راست بات کر سکیں، کوئی خالق نہیں، کوئی نگہبان نہیں، کوئی زندگی اور موت کی جدوجہد کو دیکھنے والا نہیں، تو پھر ان لاکھوں اقسام نے اربوں سالوں تک کیوں جدوجہد کی تاکہ آج کے ارتقاء تک پہنچ سکیں اور اس کی تسلسل کے لیے کام کر سکیں؟

میرا جواب یہ ہے کہ موجودہ مرحلے پر، ہم انسان، جو صرف 0.28 ملین سال سے موجود ہیں، ارتقائی سطح پر اس مقام تک نہیں پہنچے ہیں جہاں ہم اس جدوجہد کی وجہ کا حتمی جواب دے سکیں جو 3.7 ارب سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ ہمارا دماغ، اپنی موجودہ صلاحیتوں کے باوجود، ابھی بھی اتنا نیا ہے کہ وہ ہمارے وجود کی وجہ کو سمجھنے کے قابل نہیں ہو سکا، اور وہ اس بیداری کی حالت تک نہیں پہنچا جسے ہندومت یا بدھ مت نروان (Nirvana) کہتے ہیں—ایک ایسی سطح کا فہم جہاں ہم داخلی اور خارجی کائنات کے درمیان فرق ختم کر دیتے ہیں اور ایک ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی، ہر قدم کے ساتھ ہم وجود کو سمجھنے اور ہماری موجودگی کی ممکنہ وجہ تلاش کرنے کے قریب آتے جا رہے ہیں۔

شعوری وجود:

لیکن اس اعلیٰ سطح تک پہنچنے کے لیے ہمیں سمجھنا ہو گا کہ انسانی وجود کیا ہے، اور اس کے ساتھ میں "شعوری وجود" کا تصور پیش کرنا چاہوں گا[8]۔

بطور انسان، ہمارے پاس ایک جسم ہے جس میں مختلف اعضاء ہوتے ہیں جو ہمیں فعال بناتے ہیں—دل خون پمپ کرتا ہے اور جسم کے حصوں کو آکسیجن اور ضروری غذائی اجزاء فراہم کرتا ہے اور زہریلے فضلہ کو نکالتا ہے؛ پھیپھڑے ہمیں گیس کے تبادلے کی اجازت دیتے ہیں جسے تنفس کہتے ہیں، جگر ہمارے خون کو مختلف فضلات سے صاف کرتا ہے وغیرہ۔ جسم کا حصہ جسے دماغ کہتے ہیں، ہمارے اعصابی نظام کا مرکز ہے جو حرکت میں ہم آہنگی اور ہمارے جسم کے مختلف اعضاء میں تعاون فراہم کرتا ہے، اور اپنی عملی صلاحیت میں ہمارے خیالات کو

---

8 - .The Roots of Misery پیپر بیک ایڈیشن 1985، صفحہ 132-137؛ الیکٹرانک ایڈیشن 2021، صفحہ 201-210۔

درج کرتا اور فروغ دیتا ہے۔ یہ انتزاعی طور پر سوچنے کی صلاحیت—چیزوں کو اپنے ذہن میں تصور کرنے، چیزوں کو ان کے تصوراتی شکل میں دیکھنے، اور جذبات پیدا کرنے کی جو ہمیں مثبت یا منفی احساسات دیتے ہیں—ہمیں زیادہ تر دیگر جانداروں سے الگ کرتی ہے۔ یہاں میں یہ نشاندہی کرنا چاہوں گا کہ بہت سے دوسرے جانور بھی انتزاعی سوچ کی صلاحیت کے اشارے دیتے ہیں اور اس کے مطابق ردعمل ظاہر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں—دوسرے بندر، کچھ کتے اور بلیوں کی اقسام، طوطے، کوے، اور سب سے زیادہ سرپائے جاندار، جیسے آکٹوپس اور اسکویڈ[9]۔

یہ سوچنے، تصور کرنے اور چیزوں کو انتزاعی نظر سے دیکھنے کی صلاحیت ہمیں مختلف کائناتوں میں رہنے کی اجازت دیتی ہے۔

ہم، بطور انسان، Homo sapiens، دوہری زندگی گزارتے ہیں—ہر ایک بطور ایک فرد کی حیثیت سے اور بطور معاشرے کا حصہ جہاں ہم بہت سے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

ہر فرد کے طور پر، ہر ایک ہمارے اندر، اور اپنی خود کی کائنات میں رہتا ہے۔ اس داخلی کائنات میں ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں، سوچتے ہیں، خواب دیکھتے ہیں یا تصور کرتے ہیں، وہ منفرد ہوتا ہے۔ ہمارے اعمال اور خیالات دوسروں کے جیسے دکھائی دے سکتے ہیں؛ پھر بھی، ہر ایک اپنے طریقے سے کام کرتا ہے۔ پیدائش کے وقت، دراصل پیدائش کے لمحے سے کئی مہینے پہلے، ہر ایک اس منفرد کائنات میں پیدا ہوتا ہے جس میں ہماری کل ہستی موجود ہوتی ہے—ہماری پہلی سانس سے لے کر آخری تک۔ اس کائنات میں ہمیں اپنے دکھ اور خوشیاں ملتی ہیں؛ عجائبات یا حماقتیں کرتے ہیں؛ کچھ لوگوں کے لیے محبوب اور دوسروں کے لیے ناپسندیدہ بنتے ہیں؛ خوشحال ہجوم کا حصہ بنتے ہیں یا تنہا زندگی گزارتے ہیں۔ جو کچھ ہم سیکھتے ہیں، تجربہ کرتے ہیں، یاد رکھتے ہیں یا بھول جاتے ہیں، وہ سب اس کائنات کا حصہ بنتا ہے۔ بلاشبہ ہمارے تجربات اور واقعات دوسروں کے جیسے ہوتے ہیں، لیکن وہ بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے—مشابہت کا مطلب مکمل نقل (کلوننگ) نہیں ہوتا! یہ کائنات اس وقت تک موجود رہتی ہے جب تک ہمارا دماغ اور جسم فعال رہتے ہیں، اور جب وہ موجود نہیں رہتے تو یہ کائنات بھی مر جاتی ہے۔ نادر صورتوں میں یہ موت جزوی ہو سکتی ہے جب بیماری یا چوٹ کی وجہ سے جسم یا دماغ ناکام ہو جائے اور صرف دوسرا حصہ کام کرتا رہے۔ اگر جسم خراب ہو جائے تو ہماری ذاتی کائنات کا وہ حصہ جو جذبات، خیالات اور یادوں کو شامل

[9] - مزید مطالعے کے لیے پیٹر گڈ فری اسمتھ کی کتاب Other Minds پڑھیں۔

کرتا ہے، ہمیں دوسرے جانداروں سے بات چیت کرنے کی اجازت دیتا ہے؛ لیکن جب دماغ جواب نہیں دیتا تو ہم اپنی جسمانی زندگی ایک بہت ہی تنہا خول میں گزارتے ہیں۔

لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی موجود ہیں۔ وہ اس کائنات کا حصہ ہیں جس میں ہم دیگر افراد کے ساتھ معاشرتی زندگی گزارنے کے لیے تعامل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام دوسرے لوگ یا مخلوقات ایک نجی کائنات رکھتے ہیں جو ان کے لیے منفرد ہے، اور اس کائنات میں ہر کوئی اپنی زندگی میں جو کچھ سیکھا اور جمع کیا ہے، اسے اپنے خزانے کے طور پر رکھتا ہے۔ یہ نجی کائناتیں ایک دوسرے کے ساتھ بانٹنے سے ہمیں ایک جامع معاشرہ ملتا ہے، جہاں ہم اپنی زندگیاں دوسرے لوگوں کے ساتھ گزارتے ہیں۔

یہ جامع معاشرہ، دیگر لوگوں، مخلوقات یا چیزوں کے ساتھ، وہ خارجی کائنات ہے جس میں ہم ایک رکن کے طور پر موجود ہیں۔ یہ خارجی کائنات ہماری ذاتی کائنات کے موازنے کی کائنات ہے، جو کہ ہماری داخلی کائنات سے بہت بڑی اور وسیع ہے کیونکہ اس میں نہ صرف ہمارے تجربات شامل ہیں بلکہ ہر ایک اور ہر چیز کا تجربہ بھی شامل ہے۔ اس میں ہم، دوسرے افراد، قریب اور دور، سب کچھ جو ہمارے سیارے پر موجود ہے اور جو دوسرے ستاروں اور سیاروں، کہکشاؤں، حتیٰ کہ کائناتوں میں ہے، شامل ہیں۔ یہ بیرونی کائنات اتنی وسیع ہے کہ اگر ہم اندر کی طرف دیکھنا بھول جائیں، تو اس کا خطرہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی شناخت کھو دیں اور ایک بڑے ہجوم کا غیر اہم حصہ بن جائیں۔

یہی وہ چیز ہے جو تمام نظریات، جن میں مذاہب بھی شامل ہیں، کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب وہ لوگوں کو اپنے طاقتور پروپیگنڈے سے گھیر لیتے ہیں، اور ان لوگوں کی انفرادیت کو غیر اہم بنا دیتے ہیں۔ اسے ہر قیمت پر روکنے کی ضرورت ہے۔ یہ تمام نظریات کچھ ایسے افراد کے کام ہیں جو، خود کو نیک نیت اور سچے ثابت کرنے کے پردے میں، اپنی مرضی دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ مکاری سے لوگوں کو قائل کرنے کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں کہ ان کی سوچ، عقائد اور عمل غلط ہیں؛ جبکہ، جو سوچ اس چالاک شخص کی طرف سے پیش کی جاتی ہے، وہ حکمت کا کام ہے یا اس سے بھی زیادہ عقل مند طاقت کی منظوری ہے، جو اکثر نظر نہیں آتی اور عام لوگوں کی پہنچ سے باہر ہوتی ہے۔

لہٰذا، ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اس کائنات کو ترقی دیں اور سمجھیں جو ہر ایک کے اندر موجود ہے، اور یہ کہ ہم کیسے ایک پل بنا سکتے ہیں جو ہمیں دیگر لوگوں اور چیزوں کی خارجی کائنات سے جوڑتا ہے۔ داخلی اور خارجی کائنات کے درمیان توازن ہماری اپنی ہم آہنگ اور کامیاب زندگی کو یقینی بناتا ہے جب تک ہم اس سیارے زمین پر اپنی موجودہ حالت میں موجود ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ ہم، اس وجود کے ساتھ جو متوازی کائناتوں میں ہے--مائیکرو اور میکرو، فرد اور اجتماعی، وہ سیارہ جس پر ہم رہتے ہیں اور تمام دیگر ستارے، کہکشائیں اور شاید دیگر کائناتیں--انسانی علم کی بلندی تک پہنچنے اور عالمی ذہن کے ساتھ ایک ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو تمام علم کا خزانہ ہے جس سے ہم اپنی طاقت اور خوشی حاصل کرتے ہیں۔

اب تک، ہم نے اس راستے پر چلنا جاری رکھا ہے جس پر ارتقاء ابتدا سے لے کر آج تک چلا آیا ہے۔ یہ وہ راستہ تھا جس پر ہم آگے بڑھے، کچھ پیچھے ہٹے اور ہم انسانی علم کی موجودہ حالت تک پہنچے، جو ہمیں مختلف ذرائع سے دستیاب ہے--زبانی روایات، انسائیکلوپیڈیا کی کتابیں، براہ راست تعلیم اور ملٹی میڈیا معلومات۔ ہماری تاریخ میں کبھی پہلے ہمیں اس طرح کی معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، اتنی آسانی اور تیزی سے، اور پھر مزید مفروضے بنانے اور اپنے مستقبل کے بارے میں پیشن گوئیاں کرنے کا موقع ملا۔

انتشار:

ابھی تک، اس ترقی کے ایک پہلو پر بات نہیں کی گئی، اور وہ ہے انتشار -- وہ تمام تغیرات، حادثات، واقعات اور تباہیاں جو فطرت میں رونما ہوتی ہیں اور ارتقائی ترقی کے راستے کو بدل دیتی ہیں۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی کے حالات کو بہتر بنانے کی خواہش رکھتا ہے، انفرادی اور اجتماعی طور پر، تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے جنھیں کبھی تعاون کرنے کا موقع نہیں ملا-- کھربوں پلانکٹن، کریل اور ٹونا؛ اربوں کیڑے اور پرندے، لاکھوں جانور اور انسان جو شکار، جنگ یا قدرتی آفات میں مارے گئے۔ وہ تمام نوجوان جنھیں ہمارے جنگی سرداروں نے جان بوجھ کر اپنی شہرت اور دولت کی تلاش میں استعمال کیا۔ کیا وہ بھی اس ارتقائی ترقی کا حصہ تھے جو انھیں ناکام کر گئی؟ ہماری زمین پر تمام قدرتی آفات کے ساتھ؛ اور ہمارے ارد گرد کی کہکشاؤں میں مزید پُر تشدد واقعات کے ساتھ، کیا ہم کسی ایسے منصوبہ کو دیکھ سکتے ہیں جو ارتقاء کی طرف لے جاتا ہے؟ شاید یہ ہماری

انسانی فطرت ہے جسے ہمیشہ نمونے، ڈیزائن، ہم آہنگی اور بے ترتیبی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہم اپنے ارد گرد کی چیزوں کو دیکھ سکیں اور سمجھ سکیں! شاید ہمارا دماغ ابھی اس طرح سے ارتقاء پذیر نہیں ہوا ہے کہ وہ انتشار، بگ بینگ اور بلیک ہولز کو سمجھ سکے۔ کوئی شک نہیں، ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ان قدرتی مظاہر کو سمجھ سکیں، لیکن ہم ابھی کتنے پیچھے ہیں کہ کسی ایسے بنیادی نمونے کو دیکھ سکیں جو ان بے ترتیب واقعات اور شدید تشدد کو بے اثر کر دے؟

یا، اگر میں کہوں، فطرت کا کوئی مقصد نہیں ہے، نہ ہی اس کی شاندار خوبصورتی اور پھر اس کی تباہی میں کوئی معنی ہے! چیزیں محض کچھ عرصے کے لیے موجود ہوتی ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتی ہیں۔

دوسرے الفاظ میں، وجود بذات خود بے معنی ہے! جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ محض اسی طرح ہو جاتا ہے۔

خوش قسمتی سے، یہ بالآخر چھوڑ دیے جانے کی حالت صرف بڑے تناظر میں موجودگی پر لاگو ہوتی ہے—وہ تقریباً 6.5 ارب سال جو ہمارے پاس ابھی موجود ہیں، تاکہ ہم اس آخری فنا کے ساتھ سمجھوتہ کر سکیں، یا کیا یہ بہتر لگے گا اگر میں اسے حتمی نروان کہوں۔

انسانیت:

ہمارے پاس ایک چناؤ ابھی باقی ہے—کیا ہم، بطور انسان، ان چند ہزار سالوں میں زندگی کو کوئی معنی دے سکتے ہیں جو ہمارے پاس بطور نسل ہیں؟ کیا ہم، جو اس وقت غالب نسل ہیں، یا ان میں سے ایک ہیں، وجود کو کسی خوشگوار اہمیت سے نواز سکتے ہیں؟ جو بھی حتمی حقیقت ہو، ہم میں سے ہر ایک اس سیارے پر تقریباً سات دہائیوں کے لیے موجود ہے، کچھ زیادہ یا کم۔ کیا ہم انسانیت کے بنیادی اصول سے آغاز کر سکتے ہیں—ایک دوسرے کا خیال رکھنا۔ شاید ہم اس میں محبت، دوستی، اور، سب سے بڑھ کر ہمدردی جیسے جذبات کو شامل کر سکیں۔ کیا بھوک، بیماری، بے گھری یا سادہ زبان میں، ہمارے سیارے کی بنیادی تکالیف کو ختم کرنے کے لیے مل کر کام کرنا ممکن نہیں ہے؟

روزانہ لاکھوں لوگ مرنے کے بعد خوشگوار زندگی کی دعا کرتے ہیں۔ کیا یہ تصور کرنا اتنا مشکل ہے کہ ہم اس مقصد، یعنی مرنے کے بعد کی خوشگوار زندگی، کو اس زندگی میں ہی حاصل کر سکتے ہیں اگر ہم اجتماعی بھلائی کے لیے مل کر کام کریں؟ مجھے بتایا گیا ہے کہ مذہبی ثابت قدمی کے پیچھے بنیادی محرکات لالچ اور خود غرضی نہیں ہیں؛

بلکہ، یہ تقویٰ اور خدا کے قریب ہونے کی خواہش ہے جس نے انھیں پیدا کیا، اور وہ خدا انھیں آخری دن کے بعد اپنے دیدار سے نوازے گا۔ تو پھر خدا جیسا شخص بن کر کچھ مثبت کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے تا کہ منفی قوتوں کو روکا جاسکے؟

یاد رکھیں، زندگی ہمیں عطا کی گئی کوئی نعمت نہیں ہے، بلکہ وہی کچھ ہے جو ہم نے بے جان عناصر سے خود پیدا کی ہے۔ چاہے یہ آپ کو کتنا بھی ناممکن لگے؛ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی ابتدا بنیادی امینو ایسڈ سے ہوئی۔ اس آغاز کے بعد، جو اربوں سال پہلے ہوا تھا، ہمارے آباؤاجداد نے مسلسل محنت کی تا کہ ہمیں اس مقام تک لے آئیں جہاں ہم آج کھڑے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ہم انفرادی طور پر زمین پر جو وقت گزارتے ہیں، ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ ہمارے آباؤاجداد نے ہمارے لیے کیا، اور ان کے ساتھ مل کر اس زندگی کو مزید قابلِ گزار بنانے کی کوشش کریں۔

میرا آخری لفظ یہ ہے کہ، چاہے کہکشاؤں میں کتنا ہی انتشار اور تشدد کیوں نہ ہو، ہم مل کر کام کر سکتے ہیں تا کہ زمین پر امن حاصل کریں اور ہم آہنگی کو فروغ دے سکیں۔

اگرچہ یہ بچگانہ لگے، پھر بھی کوشش کرنا قابلِ قدر ہے–زندگی کو بامعنی بنانے کے لیے۔

(سائیں سچّا کے مضمون Meaning of Life کا انگریزی سے ترجمہ: ڈاکٹر امجد علی بھٹی)

(Translation of Sain Sucha's article Meaning of Life from English by:
Dr Amjad Ali Bhatti)

تسلیم:

نیچے دی گئی تمام تصاویر شٹر اسٹاک (Shutterstock) سے لی گئی ہیں۔

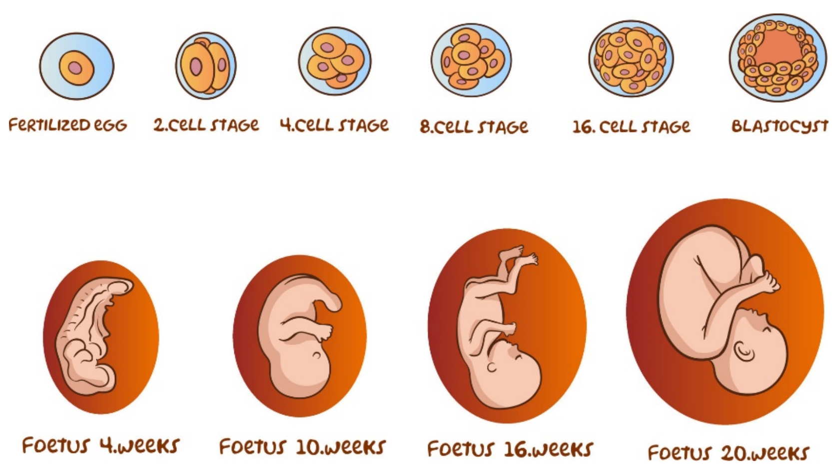
FERTILIZED EGG
2.CELL STAGE
4.CELL STAGE
8.CELL STAGE
16. CELL STAGE
BLASTOCYST
FOETUS 4.WEEKS
FOETUS 10.WEEKS
FOETUS 16.WEEKS
FOETUS 20.WEEKS

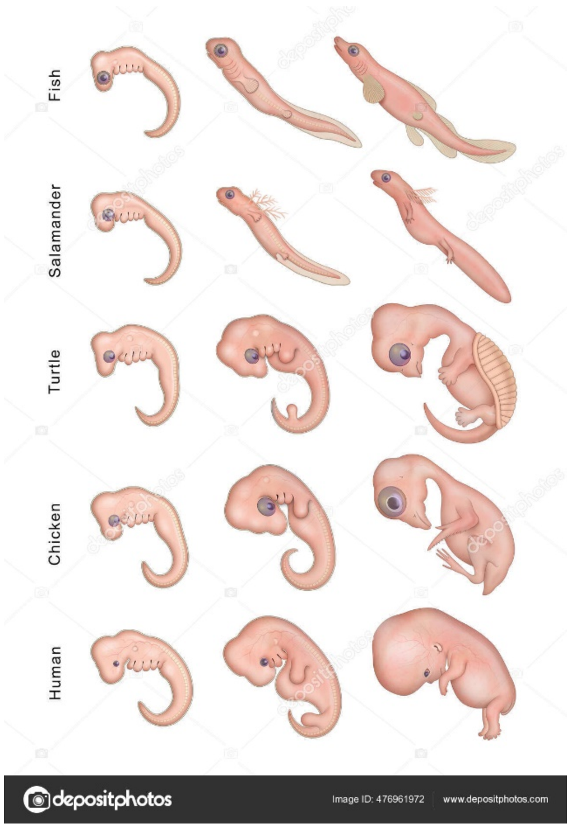
Fish
Salamander
Turtle
Chicken
Human
depositphotos
Image ID: 476961972
www.depositphotos.com